

## سپین میں اسلام کی سرگزشت

ڈاکٹر محمد خالد مسعود

سپین جسے ہسپانیہ بھی کہتے ہیں براعظم یورپ کا باب الاسلام ہے۔ تاریخی طور پر سپین اور پرتگال ایک ہی علاقہ تھا اور اس جزیرہ نما کو آئی بیریا کہا جاتا تھا۔ عرب مصنفین عام طور پر اسے اندلس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اندلس کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ لیکن غالباً اسلامی فتوحات کے وقت اس علاقے کا یہی نام معروف ہوگا۔ سپین کی قبل از اسلام تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے سے یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

قبل از اسلام سپین

سپین یورپ کے جنوب مغربی کونے پر واقع ہے۔ شمال میں پیرینیز کے بلند پہاڑوں نے اس جزیرہ نما کو صدیوں تک یورپ سے علیحدہ رکھا۔ اگرچہ یہاں انسانی تمدن کی اثری تاریخ تقریباً بیس ہزار سال پرانی ہے اور ۲۰۰۰ ق م کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں زراعت بہت قدیم زمانہ میں بھی موجود تھی اور دھات کے اوزار بھی استعمال ہوتے تھے، بحری تجارت کے بھی آثار ملتے ہیں، لیکن اس کا یورپ کے دوسرے علاقوں سے رابطہ آٹھویں صدی ق م میں جا کر قائم ہوا جب بعض یورپی قبائل پیرینیز کے پہاڑوں کو عبور کر کے اس علاقے میں داخل ہوئے۔ سلطنت روما کے لئے یہ قبائل مستقل خطرہ تھے۔ رومی انہیں وحشی سمجھتے تھے اور انہیں سرحدوں کی طرف

دھکیلتے رہتے تھے۔ ۲۱۸ ق م میں رومی فوجوں نے ان قبائل کو زیر کر کے سپین کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

تقریباً دو سو سال بعد پانچویں صدی عیسوی میں جرمانی قبائل پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور سلطنت روما پر حملے شروع کر دئے ان میں سے دو قبائل وانڈال (وندالیہ) اور ویسی گوٹھ (غربی قوطیہ) کے حملے بہت شدید تھے۔ ویسی گوٹھ نے کوہ آلپس پار کر کے ۴۱۰ء میں روم کو تباہ کر دیا اور وانڈال نے کوہ پیرنیز پار کر کے سپین پر قبضہ کر لیا۔ دو سال کی کش مکش کے بعد آخر رومی سلطنت ان قبائل سے صلح کے معاہدے کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ ان قبائل کو سپین کے سرحدی علاقوں میں آباد کر دیا گیا۔ وانڈال کی ایک شاخ جنوب مغربی سپین کے علاقے بائی ٹکا میں بس گئی اور اس کا نام وانڈالوسیا رکھا۔ اسلامی فتوحات کے وقت یہی نام معروف ہوگا جو عربی میں اندلس بن گیا۔

ویسی گوٹھ (قوطیہ) آہستہ آہستہ پورے سپین پر چھا گئے ان کی بادشاہت سلطنت روما کی اطاعت کا دم بھرتی تھی۔ فرق اتنا تھا کہ سپین کے قوطیہ بادشاہ عیسائیت کے پیروکار تھے اور رومی سلطنت کسی مذہب کی قائل نہیں تھی۔

قوطیوں کی سخت گیر قبائلی عصبیت نے عیسائیت قبول کی تو ان میں شدید مذہبی تعصب پیدا ہو گیا۔ اس کا اولین نشانہ سپین کے یہودی بنے۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود رومی سلطنت کی سیاسی معاشرت کا بنیادی اصول عدم مساوات تھا۔

چنانچہ قوطیہ بادشاہت کا نظام قبائلی عصبیت، مذہبی تعصب، اور ظلم و استبداد کے اسی تار و پود سے بنا جس کی وجہ سے اسے دیرپا سیاسی اور معاشرتی استحکام حاصل نہیں ہو سکا۔ مظلوم طبقات مسلسل بغاوت کرتے رہتے تھے۔ آخری قوطیہ بادشاہ رزریق کا

عہد بھی مختلف نہیں تھا اور اسلامی فتوحات کے بعد بھی برسوں تک یہاں طبقاتی منافرت اور قبائلی عصبیت قائم رہی۔  
اموی امرا کا دور (۱۱ء - ۵۶ء)

پہلی صدی ہجری کی آخری دہائیوں میں اموی فوجیں موسیٰ بن نصیر کی قیادت میں شمالی افریقہ کے اکثر علاقوں پر قابض ہو چکی تھیں۔ شمالی افریقہ کے ساحلی علاقے سلطنت روما کا حصہ تھے لیکن قرطاجنہ کے سقوط کے بعد افریقہ میں رومی سلطنت کی طاقت کا بھرم ٹوٹ چکا تھا۔ تاہم شمالی افریقہ کا ساحلی شہر سبتہ بدستور رومی سلطنت کا حصہ تھا۔ سبتہ کا حاکم جولیان قوطیہ بادشاہ سپین وی تیزا کا داماد اور معتمد والی تھا۔ رزریق بادشاہ وی تیزا اور اس کے ولی عہد کے قتل کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ رزریق اپنے مظالم اور وعدہ خلافیوں کی وجہ سے بہت جلد سپین میں غیر مقبول ہو گیا۔ اس کے مظالم سے تنگ آکر سپین کے بہت سے باشندے سبتہ اور افریقہ کے ساحلی شہروں میں جمع ہو رہے تھے۔ جولیان کو بھی رزریق کے خلاف شکایات تھیں۔ چنانچہ ۱۰ء میں جب موسیٰ بن نصیر کا ایک سپہ سالار طریف اس راستے سے اسپین کی طرف بڑھا تو جولیان نے نہ صرف مسلمانوں کو خوش آمدید کہا بلکہ ان کی مدد بھی کی۔

موسیٰ کا دوسرا سپہ سالار طارق بن زیاد سمندر کو عبور کر کے ۱۱ء میں ساحلی پہاڑی پر اترا۔ یہی پہاڑی بعد میں جبل الطارق یا جبرالٹر کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہیں سے اس نے سپین پر حملوں کا آغاز کیا اور ۱۹ جولائی ۱۱ء کو وادی لظہ میں قوطی بادشاہ رزریق کو شکست فاش دی۔ اس کے بعد بہت تیزی سے مسلمان فوجوں نے سپین کے دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱ء میں قرطبہ

اور طلیطلہ فتح ہوئے اور ۱۲۷۰ء میں اشبیلیہ ، مارده اور سرقسطہ بھی فتح ہو گئے۔ یوں سپین اموی خلافت کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔ سپین کا والی اکثر براہ راست دمشق کی مرکزی حکومت کو جواب دہ ہوتا تھا لیکن کچھ ادوار میں سپین افریقہ کی ولایت شمار کیا گیا اس لئے امیر اندلس قیروان کے والی کے ماتحت سمجھا گیا۔

سپین کی تاریخ کا یہ دور اموی امرا کا عہد (۱۱۱ء سے ۵۶۱ء تک) ہے۔ اس عہد میں سپین کی مقامی ثقافت اور اسلام کی شامی تہذیب کی روایات کے امتزاج سے مذہبی رواداری کی داغ بیل پڑی زراعت اور آبپاشی کے شامی طریقے متعارف ہوئے ، تجارت کو نشوونما ملا۔ تاہم اس عہد میں معاشرت کی بنیاد قبائلی تقسیم پر رہی۔ عربوں کی رقابت بربر کے ساتھ تھی تو عرب شامی اور غیر شامی تفریق کا شکار تھے۔ مقامی مسلمان بلا دیون کہلاتے تھے اور قبائلی منافرت کا نشانہ تھے۔ بحیثیت مجموعی یہ عہد سیاسی انتشار اور مہم جوئی کا زمانہ تھا۔

اس عہد کا ایک قابل ذکر واقعہ بلاط الشہدا کی جنگ ہے۔ یہ جنگ مسلمانوں کی یورپ میں شمال کی طرف مسلسل پیش قدمی کا آخری واقعہ تھا۔ جو ۱۹۷۰ء میں شروع ہوئی۔ ۲۱۰ء تک مسلمان نربونہ اور طلوشہ سے گذر کر ۲۵۰ء میں وادی رودنہ میں برگنڈی تک پہنچ گئے۔ آخری حملہ مسلمان سپہ سالار عبدالرحمن الغافقی کی قیادت میں ہوا جو سپین کی سرحدیں عبور کر کے فرانس میں دور تک نکل گیا۔ پواتیے کے مقام پر اکتوبر ۳۲۰ء میں اس کا مقابلہ فرانک سپہ سالار چارلس مارٹل سے ہوا۔ اس حملے میں عبدالرحمن شہید ہو گیا اور مسلمان فوجیں سپین واپس آ گئیں۔ یورپ کے مؤرخین نے اس واقعہ کو بہت اہمیت دی ہے کیونکہ اس کے بعد

اسلامی فوجوں کے یورپ کی طرف بڑھتے ہوئے قدم رک گئے تھے۔ لیکن اندلس کی اسلامی تاریخ میں اسے سرحدی علاقے کی ایک جنگی مہم سے زیادہ حیثیت نہیں دی گئی۔

آخری اموی والی یوسف بن عبدالرحمن الفہری (۲۷۷-۵۶۷ء) تھا جب عباسیوں نے اموی خلافت کے خاتمہ کے بعد ۵۶۷ء میں بغداد میں عباسی خلافت قائم کی تو ایک اموی شہزادہ عبدالرحمن بن معاویہ جو خلیفہ ہشام کا پوتا تھا عباسیوں سے بچتا بچاتا شمالی افریقہ پہنچ گیا۔ یہاں اس نے فوج جمع کی اور سپین پر حملہ کیا۔ قرطبہ کے باہر الفہری کو شکست دے کر ۱۰ مئی ۵۶۷ء کو اس نے امیر اندلس ہونے کا اعلان کر کے اندلس میں اموی امارت کے دور کا آغاز کیا۔

اموی امراء اور خلفا کا دور (۵۶۷-۹۱۲ء)

اندلس میں اموی امارت کے اس دور میں اندلس کا باقاعدہ ثقافتی تشخص اجاگر ہوا۔ زبان وادب اور علم و فن کو ترقی ہوئی۔ اندلس میں مالکی مذہب سرکاری سطح پر متعارف ہوا، صنعت وحرقت، زراعت و تجارت، عمارات، کتب خانے الغرض زندگی کے ہر شعبے میں اندلس نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ اندلس کے ابتدائی اموی امراء میں عبدالرحمن (م ۸۸۸ء) نے جو الاول اور الداخل کے نام سے بھی معروف ہے، اندلس کی مشہور عالم مسجد قرطبہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کا دھری محرابوں کا مخصوص فن تعمیر صدیوں سے شاعروں، سیاحوں اور ماہرین فن تعمیر کو مسحور کر رہا ہے۔ علامہ اقبال کی یادگار نظم مسجد قرطبہ اور چند دیگر نظموں کا موضوع یہی عبدالرحمن ہے۔

اس کے جانشین ابوالولید ہشام اول (م ۹۶۶ء) اور الحکم الاول (م ۸۲۲ء) کے نام بھی بہت نمایاں ہیں۔ ہشام کا عہد نہایت پرامن

تھا۔ بربروں، عربوں اور مولدین کی بغاوتیں ختم ہو گئیں۔ اسی کے عہد میں مالکی مذہب اندلس میں داخل ہوا۔ مالکی فقہا نے بہت جلد اندلس کی سیاسی معاشرت میں وہی مقام حاصل کر لیا جو قوطی بادشاہوں کے دور میں پادریوں کو حاصل تھا۔ یہ ریاست میں براہ راست دخیل ہونے لگے۔ ہشام کے بیٹے حکم کے خلاف بغاوتوں میں علماء و فقہاء ہی پیش پیش تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقہاء کے تعاون کے بغیر کوئی امیر، وزیر اور خلیفہ کامیاب حکومت نہیں چلا سکتا تھا۔ فقہاء کے اسی عمل دخل کا نتیجہ تھا کہ سپین میں روایت پسندی راسخ ہو گئی حتیٰ کہ صدیوں تک مشرقی طرز کے دینی مدارس کا نظام رائج نہ ہو سکا۔ تصوف، علم کلام اور فلسفہ ممنوعہ علوم رہے۔

عبدالرحمن الثانی (م ۸۵۲ء) نے سلطنت کو مزید مستحکم کیا اور شامی روایات اور نظام حکومت کو ترک کر کے سپین میں عباسی طرز کے نظام کو رواج دیا۔ تاہم اس کے آخری عہد میں شامی عناصر نے بغاوت کر دی اور ان کی بغاوتوں کا یہ سلسلہ بعد کے ادوار میں بھی جاری تھا۔

اموی اندلس کی تاریخ میں عبدالرحمن الناصر (م ۹۶۱ء) کا دور اندلسی ثقافت کا نقطہ عروج تھا۔ ابھی تک اندلس کے اموی حکمران،،امیر،، کہلاتے تھے۔ عبدالرحمن نے خلافت کا باقاعدہ اعلان کر کے اندلس میں اموی خلافت کا احیا کیا۔ اس کا پچاس سالہ دور حکومت کامیاب ترین عہد تھا۔ شمال اور جنوب میں عیسائیوں اور بربروں کے حملوں کو روک کے سرحدوں کو پرامن بنا لیا۔ ملک کے اندر بھی امن و امان قائم کیا۔ آبیاشی کا وسیع اور ملک گیر نظام متعارف کرایا۔ جس کے نتیجے میں باغات اور کھیتی باڑی

کو فروغ ملا - قرطبہ، المیریہ، اشبیلیہ میں صنعت و حرفت کی نشوونما ہوئی - اس دور میں اندلس یورپ کا سب سے ترقی یافتہ ملک تھا - ہمسایہ یورپی بادشاہ اندلس سے روابط قائم کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے - قسطنطنیہ، جرمنی، فرانس اور اٹلی کے بادشاہوں نے قرطبہ میں اپنے سفیر بھیج رکھے تھے -

الناصر کے بعد اس کا بیٹا الحکم ثانی المستنصر بالله (م ۹۷۶ء) کے لقب سے خلیفہ بنا - یہ خود بھی عالم اور علم و فن کا دلدادہ تھا - اور اس کے دربار سے بھی علماء و حکماء کی ایک بڑی تعداد وابستہ تھی - اس کے عہد میں ادب و ثقافت کو بہت عروج ملا - اس وقت کے قرطبہ کو،،عروس عالم کا زیور،، کہا جاتا تھا - الحکم الثانی کے بعد قرطبہ میں اموی خلافت کا زوال شروع ہوا - چند حوصلہ مند اور مدبر شخصیتیں ابھریں بھی تو سیاسی ریشہ دوانیوں اور قبائلی منافرتوں کے سامنے ان کی پیش نہ گئی اور بالآخر ۱۰۲۳ء میں یہ خلافت ختم ہو گئی -

### ملوک الطوائف

خلافت کے دور زوال میں اندلس کے مختلف شہروں میں باغی سرداروں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں - یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بہت ہی عارضی تھیں - درحقیقت یہ اندلس کے سیاسی انتشار کی علامت تھیں - یہ دور ملوک الطوائف کا دور کہلاتا ہے - ان میں سے چند نے اپنی علمی اور ثقافتی سرگرمیوں کی وجہ سے شہرت ضرور پائی لیکن اس انتشار کی وجہ سے جنوب میں بربر امرا اور شمال میں عیسائی بادشاہوں کو اندلس پر حملے کا موقع مل گیا - ان ملوک الطوائف میں قرطبہ میں بنوجوہر (۱۰۳۱ - ۱۰۷۰ء) اشبیلیہ میں بنو عباد (۱۰۳۳ - ۱۰۹۱ء) طلیطلہ میں ذوالنونیہ (۱۰۳۵ - ۱۰۸۵ء)

سرقسطہ میں بنو ہود (۱۰۱۰ - ۱۱۱۱ء) اور غرناطہ میں بنو زیری (۱۰۱۲ - ۱۰۹۰ء) زیادہ نمایاں رہے۔ مسلمانوں کے آپس کے خلفشار اور سیاسی کمزوری کی وجہ سے شمال کے عیسائی بادشاہ اندلس کی طرف پیش قدمی کرتے رہے اور اس طرح سپین کی دوبارہ فتح، کا وہ عمل شروع ہوا جو بالآخر اندلس سے مسلمانوں کے مکمل انخلا پر منتج ہوا۔ عیسائی بادشاہ الفانسو ششم نے ۱۰۸۵ء میں طلیطلہ پر بغیر کسی لڑائی کے قبضہ کر لیا اور اتنی قوت حاصل کر لی کہ ملوک الطوائف اپنی لڑائیوں میں اسے ثالث اور معاون بنانے لگے۔ ملوک الطوائف کا اولین ہدف اپنے اقتدار کی حفاظت تھی۔ اس لئے کبھی بربروں سے مدد لیتے کبھی عیسائیوں سے۔

المرابطون، الموحدون (۱۰۹۱ - ۱۲۶۹ء)

گیارہویں صدی کے آخر میں جب بعض ملوک الطوائف نے الفانسو ششم سے مدد لی تو ان کے مخالفین نے افریقہ میں المرابطون کے امیر یوسف بن تاشفین کو سپین پر حملے کی دعوت دی۔ ابن تاشفین نے ۲ نومبر ۱۰۸۶ء کو جنگ زلاقہ میں الفانسو کو عبرت ناک شکست دی تاہم ملوک الطوائف کی باہمی رقابتوں میں کوئی فرق نہ پایا تو اس نے ان حکمرانوں کو یکے بعد دیگرے معزول کر کے اندلس کے بیشتر حصے کو المرابطون کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ المرابطون کے زمانے میں الاندلس میں داخلی طور پر تو قدرے امن و امان رہا لیکن شمال کی جانب سے عیسائیوں کا دباؤ مسلسل بڑھتا رہا۔ طلیطلہ پر تو عیسائیوں کا قبضہ قائم تھا ہی سرقسطہ پر بھی ۱۱۱۸ء میں عیسائیوں نے قبضہ کر لیا طرطوشہ، لارده، یابرہ اور قونکہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے۔

۱۱۳۳ء میں شاہ قشتالہ الفانسو ہفتم کی فوجوں نے قرطبہ کو تاخت و تاراج کر دیا۔ مسجد قرطبہ کی بے حرمتی کی۔ اسی طرح



اشبیلیہ ، قارمونہ، قادیس ، جریش، جین، بیاسہ اور ایبده کے شہر بھی تباہی کا نشانہ بنے ، ۱۱۳۳ء تک پورا اندلس زیر وزبر ہو چکا تھا ۔

ادھر افریقہ میں المرابطون کی جگہ الموحدون (۱۱۳۰ء - ۱۲۲۸ء) برسر اقتدار آچکے تھے ۔ اندلس پر عیسائی پیش قدمی خود ان کے لئے بھی خطرہ تھی ۔ اس لئے جب اندلس کے امرا نے الموحدون کو دعوت دی تو انہوں نے فوراً لبیک کہا ۔ ۱۱۳۰ء میں الموحدین نے اشبیلیہ، مالقہ اور دیگر اہم شہروں سے المرابطون کی حکومت کا خاتمہ کرکے اندلس کو متحد کرنا شروع کیا ۔ بلنسیہ کے حاکم نے طلیطلہ کے عیسائی بادشاہ کی مدد کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن شکست ہوئی ۔ طلیطلہ ، القنطرہ اور اشبیلیہ پر بھی الموحدین نے اپنی حکومت قائم کی ۔ الموحد خلیفہ ابو یعقوب یوسف (۱۱۶۳ - ۱۱۸۳ء) نے اپنے مختصر دور حکومت میں اشبیلیہ کو چار چاند لگا دیئے ۔ جامع اشبیلیہ اور مینار جیرالدہ اسی کے دور کی یادگار ہیں ۔ ابو یعقوب ۱۱۸۳ء میں عیسائیوں کے خلاف جنگ میں زخمی ہو کر شہید ہوا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی ۔ اس کے ساتھ ہی سپین میں عیسائیوں کی ،،فتح ثانی،، میں تیزی آ گئی ۔ اگرچہ الموحد خلیفہ ابو یوسف یعقوب (۱۱۸۳ - ۱۱۹۹ء) نے ۱۸ جولائی ۱۱۹۵ء کو الفانسو ہشتم (۱۱۵۸ - ۱۲۱۳) کو الارکہ کے مقام پر ایک مرتبہ پھر شکست دی لیکن اس کے اثرات دیرپا ثابت نہ ہوئے ۔ عیسائی ریاستیں متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتی رہیں ۔ قشتالہ ، لیون، نبرہ اور ارغون کے اتحاد کے نتیجے میں مسلمانوں کو ۱۰ جولائی ۱۲۱۲ء کو بہت بڑی شکست ہوئی ۔ ۱۲۳۶ء میں قرطبہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا ۔ ارغون نے ۱۲۳۰ء میں بلنسیہ اور قشتالہ نے ۱۲۳۸ء میں اشبیلیہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا ۔

## بنو احمر (۱۲۳۲ - ۱۳۹۲ء)

تیرھویں صدی میں سپین میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہوتا چلا گیا۔ اندلسی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد شمالی افریقہ کی طرف ہجرت کر گئی۔ باقی اندلس کے جنوب کے علاقوں میں سمترے چلے گئے۔ یہاں چند چھوٹی ریاستیں قائم ہوئیں ان میں سے سب سے آخری اور طاقت ور سلطنت غرناطہ (۱۲۳۲ - ۱۳۹۲ء) تھی یہ سلطنت جنوب میں بحیرہ روم کے سرحدی علاقوں المیرہ اور جبل الطارق تک اور شمال میں رندہ اور البیرہ کے پہاڑی سلسلوں تک محدود تھی۔ ۱۲۳۲ء میں ارجونہ کے قلعدار محمد بن یوسف نے جو ابن الاحمر کے نام سے مشہور تھا غرناطہ پر قبضہ کر کے الغالب باللہ کے لقب کے ساتھ اس سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یہ خاندان بنو نصر اور بنو احمر کے ناموں سے مشہور ہوا۔ غرناطہ کی مختلف شاہی عمارتوں پر بلکہ آج کے سیاحوں کے لئے مختلف یادگاری اشیاء پر لاغالب الا اللہ کے الفاظ اسی سلطنت کے بانی محمد الاول (۱۲۳۲ - ۱۲۷۲ء) کے لقب الغالب باللہ پر ایک تاریخی تبصرہ ہیں۔

بنو نصر کی سلطنت دو صدیوں تک قائم رہی لیکن ان کے سیاسی اقتدار کا توازن کبھی سپین کے عیسائی بادشاہوں کی باجگذاری اور کبھی شمالی افریقہ کے بنو مرین سلاطین کے ساتھ معاہدوں کے نازک اور خطرناک روابط کی بازی گری پر قائم تھا۔ بایں ہمہ یہ وہ دور تھا جس میں سپین میں اسلامی اقتدار کے ڈوبتے سورج کی زرد دھوپ میں مسلم ثقافت کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔ اسلامی تمدن کی بجھتی شمع کی لو اپنے آخری لمحات میں بھڑک اٹھی تھی۔ علم و فن اور زبان و ادب کو ایک مرتبہ پھر فروغ ملا تھا۔ غرناطہ علماء، فقہاء، حکما اور صوفیا کی آخری آماجگاہ بن گیا تھا۔ ابن خلدون

(م ۱۳۰۶ء) ، ابن خطیب (م ۱۳۷۳ء) اور ابو اسحاق شاطبی (م ۱۳۹۸ء) اسی دور کے مشاہیر تھے۔ غرناطہ میں بہت سی یادگار عمارات اسی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ مشہور زمانہ قصر الحمرا جو فن تعمیر کی ایک نازک اور خیال آفرین غزل ہے اسی عہد کا کارنامہ ہے۔

### زوال غرناطہ

ارغون کے بادشاہ فرڈی نینڈ اور قشتالہ کی ملکہ ازایلا مذہبی جوش و جذبے کے ساتھ سپین کی فتح ثانی کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ ۱۳۸۶ء میں لوشہ، ۱۳۸۷ء میں بلش، مالقہ اور المیرہ یر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ بازہ کا حکمران الزغل غرناطہ کے سلطان ابو عبد اللہ (۱۳۸۲ - ۱۳۹۱ء) کا چچا تھا۔ اس نے ابو عبد اللہ کو بارہا مشترکہ دشمن کے خلاف لڑائی میں تعاون کی درخواست کی لیکن ابو عبد اللہ کو اندیشہ تھا کہ الزغل کی نگاہیں غرناطہ پر ہیں۔ اس لئے ٹالتا رہا۔ الزغل مرینی سلطان کی مدد حاصل کرنے میں بھی ناکام رہا۔ الزغل نے کئی سال تک بے جگری سے مقابلہ کیا لیکن طویل محاصرہ کی وجہ سے علاقے میں زندگی مشکل ہو گئی تھی۔ البشارات کے شہروں اور قلعوں کے والیوں نے یکے بعد دیگرے ہتھیار ڈالنا شروع کئے اور آخر کار ۱۳۸۹ء میں الزغل فرڈی نینڈ اور ازایلا کی اتحادی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ بعد میں افریقہ میں پناہ لی۔

الزغل کے خاتمے پر ابو عبد اللہ نے اطمینان کا سانس لیا لیکن بہت جلد اسے صحیح صورت حال کا احساس ہوا۔ عیسائیوں کے لئے غرناطہ کے راستے کی ساری رکاوٹیں دور ہو چکی تھیں۔ سلطنت غرناطہ جو اب قصر الحمراء تک محدود تھی عیسائیوں کا آخری اور آسان ہدف تھی۔

ابو عبد اللہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فرڈی نینڈ کی اطاعت کا اعلان کر دے۔ اس کے انکار پر عیسائی فوجوں نے الحمرا کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کی تیاری کے طور پر فوجوں نے قلعے کے اردگرد دور دور تک باغات اور کھیتوں کا صفایا کر کے چنیل میدان بنا دیا۔ مسلمان اب آخری جنگ لڑنے کے لئے تیار تھے۔ ابو عبد اللہ کا حوصلہ مند جرنیل موسیٰ بن ابی الغازان عیسائیوں کی چوکیوں کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ فرڈی نینڈ نے فوراً غرناطہ کے میدانوں میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ جنگی ضرورتوں کے نام پر کھڑی فصلیں اور باغات تباہ کر دیے۔ اردگرد کے مسلمان اور عیسائی باشندوں نے الحمرا میں پناہ لی۔ جلد ہی رسد اور خوراک کم پڑ گئی۔ موسیٰ کے سپاہی روزانہ بے جگری سے قشتالہ کی فوجوں سے لڑتے ہوئے جبال شلیر کے علاقے سے رسد حاصل کرتے۔ فرڈی نینڈ نے محاصرے کو اور سخت کر کے رسد کے راستے بند کر دیئے۔

غرناطہ میں قحط کا سامنا ہوا تو ابو عبد اللہ نے جنگ بندی اور صلح کی پیش کش کی۔ معاہدے کی شرائط کے لئے ۱۳۹۱ء میں گفت و شنید کا آغاز ہوا۔ معاہدے کی شرائط کی فہرست بہت طویل تھی۔ جن میں ابو عبد اللہ کو البشارات میں جاگیر کے علاوہ تمام مسلمانوں کو جان، مال اور مذہب کی آزادی کی ضمانت دی گئی تھی ان کی مساجد اور مدارس کی حفاظت، اذان کی آزادی، زبان، لباس اور ثقافتی آزادی، نظام قضا وغیرہ کی ضمانت دی گئی تھی۔ موسیٰ نے ان شرائط کو فریب قرار دیتے ہوئے آخری دم تک لڑ کر جان دینا قبول کیا اور آخر زخموں سے چور دریائے شنیل میں کود گیا۔ ابو عبد اللہ نے ۳ جنوری ۱۳۹۲ء کو صلح کے معاہدے پر دستخط کر کے غرناطہ کی چابیاں فرڈی نینڈ کے حوالے کر دیں۔

غرناطہ کی مقامی روایت کے مطابق جب ابو عبد اللہ الحمرا سے دستبردار ہو کر البشارات کی طرف جانے والی سڑک پر آیا تو واپس مڑ کر غرناطہ پر نظر ڈالی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کی ماں نے اسے فہمائش کرتے ہوئے کہا،، ہاں جس کی حفاظت تم مردوں کی طرح نہ کر سکتے اب عورتوں کی طرح اس پر آنسو بہاؤ۔ یہ جگہ آج بھی بو عبدل کی نگاہ واپس کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ابو عبد اللہ کچھ عرصہ اپنی جاگیر اندرش میں قیام پذیر رہا لیکن بہت جلد فرڈی نینڈ نے اسے جلاوطن کر دیا۔ اس نے فاس میں جلاوطنی کی حالت میں ۱۵۳۸ء میں وفات پائی۔

### زوال غرناطہ کے بعد

غرناطہ پر قبضہ کے فوراً بعد فرڈی نینڈ نے اس ابتلا کا آغاز کر دیا جو تاریخ میں ہسپانوی ابتلا کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ سپین کے یہودی اور مسلمان دونوں اس کا نشانہ بنے۔ انہیں زبردستی عیسائی بنانا شروع کر دیا گیا۔ انکار کی صورت میں اذیت ناک موت کی سزا دی جاتی۔ مسلمانوں کی بہت قلیل تعداد نے بظاہر عیسائیت قبول کر لی اور خفیہ طور پر وہ اسلام پر قائم رہے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے ۱۵۰۱ء میں بغاوت کا علم بلند کیا اور جبل بانسہ کی جنگ میں فتح پائی۔ تاہم انہوں نے مراکو، ترکی اور مصر میں باحفاظت ہجرت کی شرائط پر جنگ بندی تسلیم کر لی۔ عیسائیت قبول کرنے والے مسلمانوں کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی اور غرناطہ، قرطبہ اور اشبیلیہ میں آگ کے الاؤ بہت عرصہ تک بھڑکتے رہے۔ یہاں ان عیسائیوں کو سزا دی جاتی تھی جو ابھی خفیہ طور پر اسلام پر قائم تھے۔ بہت سے بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد اس کی نذر ہو گئے۔

وہ مسلمان جنہوں نے ہجرت کی بجائے عیسائی بادشاہوں کی حکمرانی تسلیم کر لی تھی عربی میں مُدَجِّن ور ہسپانوی زبان میں مدے خار کہلاتے تھے۔ سقوطِ غرناطہ کے بعد انہیں موریسکو کہا جانے لگا۔ موریسکو عربی اور مقامی رومانی زبانیں بولتے تھے۔ غیر عربی زبانوں کو عربی رسم الخط میں لکھتے تھے اور اسے العجمیہ کہتے تھے جو ہسپانوی زبان میں ال خامیادو کہلایا۔ چودھویں صدی میں مسلمانوں کو فی کس اور فی مسجد ایک بھاری ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ تاہم انہیں اعلانیہ نماز پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔

غرناطہ میں مسلمانوں میں عیسائیت کی جبری تبلیغ کا آغاز ۱۴۹۸ء میں ہوا۔ قدیم غرناطہ کے علاقے البائضین کے مسلمانوں نے بغاوت کر دی بغاوت ختم کر دی گئی تاہم مسلمانوں کو یہ اجازت دی گئی کہ اگر وہ عیسائیت قبول نہ کرنا چاہتے تو پچاس ہزار سونے کے سکے کی ادائیگی کر دیں۔ عدم ادائیگی پر انہیں جبراً عیسائی بنا لیا جاتا۔

بلنسیہ اور اراغون کے موریسکو کی حالت قدرے بہتر تھی۔ انہیں قانوناً مذہبی آزادی حاصل تھی۔ تاہم عملی طور پر ان میں بھی جبری تبلیغ جاری تھی۔ قشتالہ کا بادشاہ ایک مرتبہ سپین سے باہر کے دورے پر تھا تو بلنسیہ اور قشتالہ کے عیسائیوں نے بغاوت کر دی۔ یہ بغاوت درحقیقت پادریوں اور امرا کے خلاف غریب عیسائیوں اور زمینداروں کا احتجاج تھا۔ اس احتجاج میں موریسکو نے حصہ نہیں لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ موریسکو کے خلاف نفرت پھیل گئی اور ان کا قتل عام شروع ہو گیا۔ انہیں کہا گیا کہ عیسائیت قبول کریں ورنہ اندلس سے ہجرت کر جائیں۔

عیسائی زمیندار پادریوں کے تبلیغی جذبے کا مجبوراً احترام کرتے تھے۔ دلی طور پر وہ تبلیغ کے حق میں نہیں تھے۔ کیونکہ موریسکو

بہترین کاشتکار اور ہنر مند تھے اور اپنی وفاداری اور محنت کی عادت کی وجہ سے زمینداروں اور جاگیرداروں کے لئے نہایت قیمتی ذریعہ آمدنی بھی تھے۔ وہ جاتے تھے کہ موریسکو کو نکال دینے سے یہ علاقے ویران ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ اکثر موریسکو پر سختی کے احکامات سے چشم پوشی کرتے تھے۔ ۱۵۲۵ء میں چارلس پنجم نے بلنسیہ اور اراغون کے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی زبان، مذہب، لباس اور عادات ترک کر کے مکمل طور پر عیسائی ہو جائیں۔

۱۵۲۸ء میں بلنسیہ کے بارہ علما (ہسپانوی میں الفقی الجاماس : فقہاء الجماعہ) کا وفد بادشاہ سے ملا کہ اس حکم کو واپس لیا جائے کیونکہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ بادشاہ نے حکم تو واپس نہیں لیا لیکن ان پر سزا کا نفاذ روک دیا گیا۔ رسمی طور پر یہ لوگ عیسائی تھے اس لئے ارتداد کا قانون ان پر لاگو نہیں کیا گیا۔

اگرچہ ۱۵۲۶ء میں عربی زبان پر پابندی لگادی گئی لیکن ۱۵۶۳ء میں ایک ٹیکس،،فرضہ،، لگایا گیا جس کی رو سے ۲۰۰۰ سونے کے سکے کی ادائیگی پر عربی زبان اور لباس کے استعمال کی اجازت مل جاتی تھی۔

۱۵۶۶ء میں فلپ دوم نے موریسکو پر لاگو قوانین کی سختی سے پابندی کے احکامات جاری کئے۔ ۱۵۶۸ء میں حکم دیا کہ تین سال کے اندر اندر موریسکو عربی زبان، لباس اور رسم و رواج کو ختم کر دیں۔ جمعے اور تیوہاروں پر اپنے گھروں کے دروازے کھلے رکھیں۔ غلام نہ رکھیں اور گھروں کے اندر یا باہر کسی بھی جگہ نہانا سختی سے منع کر دیا۔

ان احکامات سے موریسکو میں بے چینی پھیل گئی اور انہوں نے غرناطہ میں دسمبر ۱۵۶۸ء میں ایک عالم عبداللہ محمد بن امیہ (جس

کا ظاہری نام فرنانڈو ڈالور تھا) کی سرکردگی میں مسلح بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کو دبا دیا گیا اور تین ہزار موریسکو غرناطہ سے شہر بدر کر کے اشیلیہ بھیج دیئے گئے۔ شکست کی بڑی وجہ تنظیم کی کمی اور آپس کے اختلافات تھے۔ فرنانڈو اپنے ہی پیروکاروں کے ہاتھوں مارا گیا۔ تاہم اس طرح کی بغاوتیں غرناطہ، بلنسیہ اور دوسرے شہروں میں ۱۶۰۷ء تک جاری رہیں اور ان پر سختیاں بڑھتی گئیں۔ ۱۶۰۹ء میں سپین کی حکومت نے تمام موریسکو کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔ ۳ اگست ۱۶۰۹ء کو قریباً پچاس ہزار موریسکو ملک سے نکال دیئے گئے۔ ان میں سے بعض نے فرانس جانے کی کوشش کی لیکن بہت بڑی رقوم وصول کرنے کے باوجود فرانس کے سرحدی حکام نے انہیں واپس کر دیا۔ ان میں سے بعض خفیہ راستوں سے واپسی میں کامیاب ہو گئے لیکن اکثر راستے کی صعوبتوں اور بھوک پیاس کا شکار ہو کر مارے گئے۔ کچھ لوگ جنوب کی طرف تونس، رباط اور ترکی کی جانب نکل گئے۔

ان تمام کوششوں کے باوجود موریسکو کی ایک قلیل تعداد سپین میں موجود رہی یہ بظاہر عیسائی تھے اور عیسائی عبادات میں شامل رہتے لیکن باطنی طور پر اسلام پر قائم رہے۔ حال ہی میں سپین میں مذہبی اور سیاسی آزادی کے زیر اثر اور عالم اسلام سے رابطے کے بعد احیائے اسلام کا دور شروع ہوا ہے۔ مقامی مسلمانوں کی تنظیموں نے کچھ مسجدیں واگذار کرا لی ہیں اور مسلمانوں نے سیاسی پارٹیوں میں بھی اثر و رسوخ حاصل کرنا شروع کیا ہے۔ سپین کے جنوبی صوبے اندلسیہ میں یہ تحریک زیادہ زور پکڑ چکی ہے کیونکہ یہاں کے لوگ اسلامی ماضی کو اپنے ثقافتی تشخص کا حصہ قرار دیتے ہیں۔



## اندلس کی اسلامی ثقافت

اسلامی اندلس کے معاشرے میں عربوں اور بربروں کے علاوہ بہت بڑی تعداد ہسپانوی مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی بھی تھی۔ افریقہ کے بربر اور دیگر قبائل جنہوں نے اپنی زبان ترک کر کے عربی کو اپنا لیا ان کو مستعرب کا نام دیا گیا جو ہسپانوی زبان میں „موزارب“ کہلاتے۔ مقامی لوگ بلا دیوں کہلاتے تھے۔ اس معاشرے کا ایک اہم غیر ملکی عنصر افریقہ اور یورپ سے آئے ہوئے زنگی، عبید اور صقالبہ غلام تھے۔ مسلمانوں سے ان کی شادیاں ہوئیں تو ان کی اولاد کو مولدین کہا گیا۔ مولدین نے اندلسی معاشرے میں بہت اہم مقام حاصل کیا۔ اندلس کی مسلم آبادی میں بھی نسلی اور نسبی بنیادوں پر تقسیم قائم رہی۔

اندلسی آبادی میں غیر مسلم کی حیثیت معاہدین کی تھی یعنی مسلم حکومت اور ان کے درمیان روابط کی بنیاد معاہدے پر تھی۔ ان میں مسیحی اور یہودی دونوں شامل تھے۔ یہ آبادی باجگذار تھی انہیں بھی موزاربہ کہا جاتا تھا ان کا معاشرتی اور سیاسی نظام مختلف تھا یہ شہر میں جماعت کی حیثیت سے خود مختار تھے ان کا سربراہ قومیس یا محافظ کہلاتا تھا۔ جو محصولات، تعزیرات میں اپنا نظام قائم رکھتا تھا ان کا اپنا قاضی ہوتا تھا جسے قاضی العجم کہا جاتا تھا۔ زوال غرناطہ کے بعد شروع شروع میں تقریباً یہی نظم و نسق موریسکو کے لئے بھی اپنایا گیا۔

اندلس میں زراعت نے بہت ترقی کی۔ اناج کی بعض قسمیں یورپ میں اندلسی ناموں سے معروف ہوئیں۔ اموی امراء نے شام کے آبیاشی کے طریقوں کو یہاں رواج دیا۔ اس سے زراعت کا انحصار صرف بارش پر نہیں رہا اور بارانی کے علاوہ دیگر فصلوں کی کاشت

بھی ممکن ہوئی۔ آپباشی کے لئے جو مختلف طریقے مسلمانوں نے متعارف کرائے ان کے نام ہسپانوی زبان میں اب بھی باقی ہیں مثلاً ساقیہ (چھوٹی نہریں) کے لئے،،آسے قیا،،نعورہ (رہٹ)۔ پانی کو نشیب سے اوپر لے جانے کا آلہ) کے لئے،،نوریا،،سانہ (جانوروں کے ذریعے پانی کھینچنے کا آلہ) کے لئے،،آسے نیا،،کے الفاظ آج بھی بولے جاتے ہیں۔ مسلمانوں نے یہاں زیتون، بہت سے اناج اور کئی پھلوں کی کاشت کو متعارف کرایا۔ سیب، بادام اور انجیر کی بہت سی اقسام کو ترقی دی۔ انار یورپ میں یہیں سے پہنچا۔ یورپی زبانوں میں اسے غرناطہ کا سیب (پوم گرینیٹ) کہا جاتا تھا۔ بعض دیگر پودوں کی کاشت بھی مسلمانوں نے متعارف کرائی۔ گنے کی شکر کے لئے ہسپانوی لفظ،،ایل سوکرے،، یورپ کی مختلف زبانوں میں استعمال کیا گیا۔ اس کے علاوہ زعفران، زیرہ، کشنیز، مچیٹھ، حنا، کپاس اور ریشم کی پیداوار کو بھی متعارف کرایا۔

صنعت و حرفت کو بھی اسلامی اندلس میں بہت فروغ ملا۔ عرب تجارتی رابطے پوری دنیا سے قائم تھے اس لئے اندلس میں آرائشی اور فنی تخلیقات کو بہت ترقی ہوئی۔ پارچہ بافی، کوزہ گری، زیورات، ہاتھی دانت اور چوب تراشی کا کام بے حد نفیس تھا۔ آج بھی اندلس میں طراز کے فن پر اس عہد کے اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

عربی زبان و ادب نے اندلس میں نئے اسلوب ایجاد کئے۔ لسانیات پر بیش قیمت کتابیں لکھی گئیں۔ بے شمار شعراء اور ادیب پیدا ہوئے جنہوں نے عربی زبان و ادب کو مالا مال کیا۔ شعر میں،،زجل،، (سادہ لوک شاعری کی صنف جس میں ہر بند کے آخر میں ایک مصرعہ شروع کے بیت کا ہم قافیہ اور ردیف آتا ہے)،،موشحات،، (نظم کی

ایک صنف جو پانچ یا زیادہ بند پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر بند میں تین مصرعے ہم قافیہ اور پھر دو مصرعے شروع کے بیت کے ہم قافیہ ہوتے تھے ( اور ”خرجات“ کی نئی اصناف متعارف ہوئیں ، تاریخ، جغرافیہ، طب، فقہ، حسبہ اور وثیقہ نویسی پر کتابیں لکھی گئیں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے زوال غرناطہ کے بعد بھی عربی زبان کافی عرصے تک عیسائی بادشاہوں کی سرکاری زبان رہی۔ اس کے بعد سرکاری پابندیوں کے باوجود عربی زبان خفیہ طور پر جاری رہی۔ اور اندلس کے لوگ گیتوں اور جیسی محاوروں میں آج بھی موجود ہے۔ علمی اور سائنسی اصطلاحات پر عربی غالب ہے۔ یورپ میں بیشتر علمی اصطلاحات جو ہسپانوی زبان کے راستے متعارف ہوئیں عربی زبان سے متاثر ہیں۔

اندلس کے عربی شعرا میں ابن زیدون (م ۱۰۷۰ء) کا نام سرفہرست ہے۔ اشبیلیہ کے بنو عباد کے دربار میں شعر و ادب کو جو سرپرستی حاصل ہوئی ان میں عبادی شہزادوں المعتضد (۱۰۶۹ء) اور المعتمد (۱۰۹۵ء) کے نام بھی آتے ہیں۔ ان کے علاوہ ابن عمار (م ۱۰۸۳ء) ابن خفاجہ (۱۳۹ء) کی عشقیہ شاعری معروف ہے۔ اندلس نے حسانہ، التمیمہ، ام العلاء، امت العزیز، الشریفہ اور الغسانہ کے پائے کی شاعرات بھی عربی ادب کو دیں۔

ملکی نظم و نسق کے لئے مسلمانوں نے جو نظام متعارف کرایا تھا۔ وہ زوال غرناطہ کے بعد بھی دیر تک جاری تھا۔ سلطان کی مدد کے لئے وزراء کی ایک کونسل ہوتی تھی جس کا سربراہ حاجب کہلاتا تھا۔ ہسپانوی لفظ الگوازل (جو غالباً اصل میں الوزیر ہے) اسی کی یادگار ہے۔ ہر وزیر کے ساتھ مختلف کاتب ہوتے تھے جن میں کاتب الدول (جنرل سیکرٹری) کاتب الرسائل (خط و کتابت) اور کاتب

الزمام (ملک کے داخلی امور اور دفاع) اور صاحب الاشغال (مالی اور دیوانی امور) زیادہ ممتاز تھے۔ غرناطہ میں محاصل کی ذمہ داری وکیل کے سپرد تھی۔ شہری نظم و نسق کے لئے ہر شہر میں صاحب الشرطہ (پولیس) صاحب المدینہ (سٹی مجسٹریٹ) اور صاحب اللیل (نائٹ مجسٹریٹ) اور محتسب (مارکیٹ انسپکٹر) مقرر کئے جاتے تھے یہ عہدیدار قاضی کو جواب دہ تھے۔ ہسپانوی لفظ „الكالده“ اسی نظام کی یاد دلاتا ہے۔

قضا کے نظام میں اندلس میں بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ شروع میں مرکز کے قاضی کا عہدہ قاضی عسکر کہلاتا تھا۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ قاضی الجماعہ کہلایا۔ قاضی کی مدد کے لئے فقہا اور مفتیوں کی ایک جماعت عدالت میں موجود رہتی تھی انہیں „المشاورون“ کہا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مفتی، وثیقہ نویس اور الفکاک کے عہدے بھی تھے۔ موخر الذکر کا کام غیر مسلم علاقوں میں اسیر مسلمانوں کو قید سے چھڑانا تھا۔

فوجی نظام میں قائد اور امیر جیش کے علاوہ شیخ الغزاة کا عہدہ بھی تھا یہ زیادہ تر بربر اور افریقی مجاہدوں اور غازیوں کا سربراہ ہوتا تھا جو ہر سال سرحدی علاقوں میں جہاد کی مہم میں حصہ لیتے تھے۔

اندلسی ثقافت میں علم تاریخ، علم فقہ، فلسفہ وکلام نے بہت ترقی کی۔ تاریخ میں ابن خلدون کے علاوہ ابن حیان (م ۱۰۷۶ء) ابن الابار (م ۱۰۷۶ء) ابو عبید عبد اللہ البکری (م ۱۰۹۳ء) ابن بشکوال (م ۱۱۸۳ء) ابن سعید (م ۱۲۸۷ء) لسان الدین ابن الخطیب (م ۱۳۷۳ء) وغیرہم کی ایک طویل فہرست ہے۔ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کا جو مقدمہ لکھا وہ علم تاریخ اور عمرانیات کی گراں قدر تصنیف شمار کیا

جاتا ہے۔ ابن الخطیب نے کئی کتابیں لکھیں جن میں تین جلدوں پر مشتمل،،الاحاطہ،، غرناطہ کے علما و فقہاء کی تاریخ بھی شامل ہے۔ فلسفہ و کلام میں ابن باجہ (آوم پاچے م ۱۱۳۸ء) ابن طفیل (م ۱۰۸۵ء) جیسی قدآور شخصیتوں کے نام آتے ہیں ان میں سب سے زیادہ شہرت ابن رشد (آومے روس م ۱۱۹۸ء) کو ملی۔ ابن رشد نے مذہب کی عقلی بنیادوں پر جو توجیہ کی تھی اس کے یورپ پر گہرے اثرات پڑے۔ ابن رشد کی کتابوں کے لاطینی زبان میں ترجمے ہوئے تو یورپی فکر میں ایک تحریک،،آومے رزم،، کے نام سے چلی جس میں مذہب اور فلسفہ میں تطبیق پر زور دیا گیا۔ اس تحریک سے اصلاح مذہب اور اصلاح کلیسا کی تحریکوں کو بے حد تقویت ملی۔

دینی علوم میں ایک ممتاز نام قرطبہ کے ابن حزم (م ۱۰۶۳ء) کا ہے جس نے ادب، کلام، تفسیر، اصول فقہ اور فقہ میں تصنیفات چھوڑی ہیں۔ ابن حزم فقہ میں اہل حدیث اور ظاہری مذہب کے پیروکار تھے۔ اندلس میں مالکی مذہب کے رواج سے پہلے اہل حدیث، اوزاعی، شافعی اور ظاہری مسالک متداول تھے۔ حدیث میں ابن حزم کے علاوہ ابن عبدالبر (م ۱۰۷۱ء) کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔

خلیفہ ہشام (م ۹۶۷ء) کے عہد میں مالکی مذہب کو سرپرستی حاصل ہوئی تو مالکی فقہ کی تدوین و اشاعت کا کام بھی شروع ہو گیا۔ المؤطا کی متعدد شروح کے علاوہ مسائل فقہ پر بھی کتابیں لکھی گئیں ان میں ابن حبیب کی،،شرح المؤطا،،،،الواضحہ،، اور ان کے شاگرد کی کتاب،،العتبیہ،، ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ العتبیہ مسائل فقہ پر استخراجی طریقے سے لکھی گئی تھی یہ کتاب نویں اور دسویں صدی میں اندلس اور مغرب میں بہت مقبول ہوئی۔ ابوالولید

محمد ابن رشد (م ۱۱۲۶ء) نے کئی جلدوں میں اس کی شرح،،البيان والتحصيل،، کے نام سے لکھی اس کے علاوہ ان کی کتاب،،المقدمات المهمات فی الاحکام الشرعیہ،، بھی مالکی فقہ کی بنیادی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ ابن رشد کے بعد ممتاز نام ان کے شاگرد قاضی عیاض (م ۱۱۳۹ء) کا ہے جو المرابطون کے عہد میں تھے۔ انہوں نے فقہ کے علاوہ حدیث، سیرت اور رجال پر کتابیں لکھیں۔

الموحدین کے عہد میں مالکی مذہب کو سرکاری سرپرستی حاصل نہ رہی۔ اہلحدیث، شافعی اور ظاہری مسالک کو دوبارہ عروج ملا۔ فلسفی اور فقیہ ابن رشد (۱۱۹۸ء) کا تعلق اسی دور سے ہے۔ یہ اشیلیہ اور قرطبہ میں قاضی رہے۔ ان کی کتاب،،بداية المجتهد،، مسائل فقہ میں فقہاء کے اختلافات اور قرآن و سنت سے ان کی نصوص کا مختصر جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس دور میں شافعی فقہ، اشعری کلام اور تصوف کے اثرات مالکی فقہ پر پڑنا شروع ہوئے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ اور اصول فقہ پر گراں قدر تخلیقی کام اندلس کے آخری حکمران خاندان بنو نصر کے دور میں ہوا۔ اس دور میں ابن لب، ابن سراج، ابو اسحاق شاطبی اور ان کے شاگرد ابن عاصم نے فقہ اور اصول پر کتابیں لکھیں۔ شاطبی کی،،الموافقات،، اور،،الاعتصام،، نے اصول فقہ میں نیا اسلوب پیش کیا۔ ابن عاصم کی کتاب،،تحفة الحکام،، مالکی فقہ کی منظوم کتاب ہے جو اس وقت سے لے کر آج تک مالکی فقہ کی بنیادی کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اس دور میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی تبدیلیاں بہت تیزی سے آئیں اس لئے بہت سے نئے فقہی مسائل بھی پیدا ہوئے۔ اس دور میں فتاویٰ کی کثرت اس بات کا ثبوت ہے کہ فقہاء کو ان مسائل کے حل کے لئے اصولی مباحث کی طرف زیادہ توجہ دینا پڑی۔ اس دور کے

فتاویٰ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کے کئی مجموعے تیار ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک مجموعہ „المعیار المعرب“ بارہ جلدوں پر مشتمل حال ہی میں شائع ہوا ہے۔

سپین کی علمی سرگرمیوں کا پورے یورپ میں چرچا تھا۔ سپین کی درسگاہوں میں دوسرے علاقوں سے بھی طالب علم آتے تھے۔ عیسائیوں نے جن شہروں پر قبضہ کیا ان میں سے بعض کی تعلیمی سرگرمیاں اسی طرح برقرار رہیں ان میں طلیطلہ اور برشلونہ قابل ذکر ہیں۔ یہاں کے کتب خانوں کو عیسائیوں نے کھنگال ڈالا۔ بہت سی کتابوں کے لاطینی میں ترجمے کئے۔ فلسفہ، کیمیا، طبیعیات اور طب جیسے علوم کے علاوہ قانون اور فقہ میں بھی انہوں نے دلچسپی لی۔ غرناطہ میں مشہور قانونی فلسفی سوارے نے فلسفہ قانون پر جو کتاب لکھی اس میں دلائل اور طرز استدلال وہی ہیں جو شاطبی اور دوسرے فقہاء کے ہاں ملتے ہیں۔ ایک اور قانون دان وتوریہ کے ہاں بھی یہ مماثلت ملتی ہے۔ یہ دونوں عیسائی مذہبی قانون کے ماہر تھے۔ انہوں نے مذہبی قانون میں ایک نئے مکتب فکر کی بنیاد ڈالی جو سپینش جیورسٹس (ہسپانوی قانون دانوں) کے نام سے معروف ہے۔ یہ رومی اور بازنطینی مکاتب فکر کے مقابلے میں بہت ترقی یافتہ تحریک تھی۔ اسی کے زیر اثر یورپ میں قانون بین الممالک کا آغاز ہوا۔

اندلس میں اسلامی ثقافت کے اس مختصر جائزے کو ختم کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اندلسی ثقافت تاریخ انسانیت کا وہ دور ہے جس میں اسلامی ثقافت نے فروغ علم کی مشعل سپین تک پہنچائی جہاں سے یورپ نے ترقی کی دوڑ کا اگلا مرحلہ شروع کیا۔ چنانچہ جارج مقدسی اور دیگر جدید مؤرخین کا کہنا ہے کہ جدید

یورپ بلکہ عالم انسانیت کے نئے دور کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے تاریخ انسانیت کے اس باب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے جسے اندلس میں مسلمانوں نے تحریر کیا۔

★★★